شہری

برائے بہتر ماحول

جنوری تا جون 2007ء

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے۔ ..... مارگریٹ میڈ

اندرونی صفحات میں

- شہری سرگرمیاں
- تونسہ بیراج بے شمار مسائل......
- سمندری پانی کو صاف کرنے کا منصوبہ
- گندآب کی صفائی

کاغذی کارروائی: آزادیٔ اطلاعات ایکٹ

شہری نے آزادیٔ اطلاعات ایکٹ کو بہتر حاکمیت کے لیے احسن اقدام قرار دیا تھا، لیکن زمینی حقائق اور بدلتی ہوئی صورتحال میں یہ سب محض کاغذی کارروائی دکھائی دیتی ہے

شہری نے آزادی اطلاعات و معلومات کے تصور، اہمیت اور اصولوں کو اجاگر کیا ہے اور پاکستان میں آزادیٔ معلومات سے متعلق قانونی عمل کے تاریخی ادراک کی نشاندہی کی ہے۔ عوامی اداروں کے ریکارڈ میں موجود معلومات تک محدود رسائی کا حق ہر شہری کو حاصل ہے۔ آزادی اطلاعات سے مراد ایک ایسی صورتحال ہے جہاں شہری سرکاری محکموں اور عوامی اداروں سے باآسانی اطلاعات موصول کر سکتے ہیں۔ عام طور پر ان میں شامل ہیں:

- سرکاری محکموں اور عوامی اداروں کی جانب سے روکی جانے والی اطلاعات کے حصول کا حق۔
- عوامی اداروں کی جانب سے کیے جانے والے ان فیصلوں کی وجوہات جاننے کا حق جن سے وہ متاثر ہوتے ہوں اور خود سے متعلق ایسی معلومات جو غلط، نامکمل یا گمراہ کن ہوں۔ انہیں درست اور تازہ ترین کرانے کا حق۔

کیا آزادی اطلاعات ایک انسانی حق ہے؟

اطلاعات تک رسائی کا حق بنیادی انسانی حقوق میں سے ایک ہے اور یہ حقوق انسانی کے بین الاقوامی ڈیکلریشن (1948) بین الاقوامی میثاق برائے شہری و سیاسی حقوق (1976) اور اقوام متحدہ کے رہنما خطوط برائے تحفظِ صارفین (1985) میں شامل ہے۔

Freedom of Information: First among all rights

Courtesy: FNst

آزادیٔ صحافت پر نئی قدغن اور تلافی

میڈیا کو کنٹرول کرنے کے حکومتی اقدامات کے تحت صدر مملکت نے پیمرا کا ترمیمی آرڈی نینس 2007ء جاری کر دیا ہے جو فوری نافذ العمل ہوگا۔ آرڈی نینس میں 11 ترامیم کی گئی ہیں جن کے مطابق پیمرا کو 39۔اے سیکشن کے تحت قواعد سازی کا اختیار ہوگا اور وہ نجی ٹی وی چینلز کے لائسنس معطل، غیر قانونی ٹرانسمیشن پر نشریاتی آلات ضبط اور ادارے کی عمارت کو سیل کر سکے گا۔ آرڈی نینس موبائل ٹی وی اور انٹرنیٹ پر بھی لاگو ہوگا۔ پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی کو ڈی ٹی ایچ کے ساتھ آئی پی ٹی وی اور موبائل ٹی وی کے لائسنس جاری کرنے کا اختیار بھی دے دیا گیا ہے۔ سب سیکشن 6 میں ترمیم کے تحت خلاف ورزی پر جرمانے کی رقم ایک ملین روپے سے بڑھا کر دس ملین روپے کر دی گئی ہے۔ (باقی صفحہ 3 پر ملاحظہ فرمائیے)

شہری
جی206بلاک2۔پی ای سی ایچ ایس
کراچی۔75400، پاکستان
ٹیلی فون/ فیکس 92-21-453-0646
92-21-438-2298
E-mail: Shehri@cyber.net.pk
(Web site) www.shehri.org
ایڈیٹر : نسرین بیگم
انتظامی کمیٹی:
چیئرپرسن : رونالڈڈی سوزا
وائس چیئرپرسن: ایس رضاعلی گردیزی
جنرل سیکریٹری : امبرعلی بھائی
خزانچی : شیخ رضوان عبداللہ
ارکان : خطیب احمد، ڈیرک ڈین، حنیف اے ستار
شہری اسٹاف:
کوآرڈی نیٹر : سرورخالد
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر: ریحان اشرف
بانی ارکان:
نوید حسین، قاضی فائزعیسیٰ
حمیرارحمن، دانش آذرزوبی
زین شیخ، خالدندوی، قیصر بنگالی

قلمکاروں کی ضرورت:

شہری نیوزلیٹر طلبا، ماہرین ماحولیات/تعمیرات اور ماحولیات میں دلچسپی رکھنے والے شہریوں میں مقبول ہے۔ آپ بھی 'شہری' کے لیے لکھیے۔ اس ضمن میں معلومات کے لیے 'شہری' کے دفتر سے رابطہ قائم کریں۔

شہری کی رکنیت ''شہری برائے بہتر ماحول'' کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔

ایڈیٹر/ ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

لے آؤٹ اور ڈیزائن:
حیاءالدین حیات
پروڈکشن: انٹرپریس کمیونی کیشن (IPC)
مالی تعاون: فریڈرک نومان فاؤنڈیشن
رکن IUCN دی ورلڈ کنزرویشن یونین

آزادیٔ اطلاعات کی قانون سازی

دنیا بھر کے 68 ممالک نے آزادی اطلاعات کے قوانین وضع کیے ہیں سویڈن وہ پہلا ملک تھا جس نے 1766ء میں آزادی اطلاعات کا قانون بنایا۔ جنوبی ایشیا میں پاکستان اور بھارت صرف دو ایسے ممالک ہیں جنھوں نے آزادی اطلاعات و معلومات کے قوانین وضع کیے ہیں۔

پاکستان میں آزادی اطلاعات کی قانون سازی کی مختصر تاریخ

پاکستان میں آزادی اطلاعات کی قانون سازی کے لیے کئی کوششیں کی گئیں کشادگی۔ کھلے پن اور شفاف پن کی جانب بین الاقوامی رجحانات کو تسلیم کرتے ہوئے گزشتہ دو دہائیوں کے دوران آزادی اطلاعات کے قوانین کو متعارف کرانے کی متعدد کوششیں ہوئیں جن کا مقصد سرکاری محکموں میں احتساب اور شفاف پن کو فروغ دینا تھا۔ درج ذیل میں ان کوششوں کا مختصر سا جائزہ پیش ہے۔

1990ء

جماعت اسلامی کے نائب امیر اور سینیٹر پروفیسر خورشید احمد نے اس سلسلے میں پہلی مرتبہ قدم اٹھایا اور 1990ء میں آزادی اطلاعات پر ایک بل سینٹ میں پرائیویٹ بل کی حیثیت سے پیش کیا گیا جس کی شدید مزاحمت کی گئی چنانچہ یہ بل قانون بننے میں ناکام رہا۔

1994ء

سینیٹر ملک قاسم کی سربراہی میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نے 1994ء میں دوسری مرتبہ کوشش کی۔ کمیٹی کے تیار کردہ آزادی اطلاعات و معلومات کے اس بل کی نوکر شاہی کی جانب سے شدید مزاحمت ہوئی اور یہ بل قانون کی صورت نہ اختیار کر سکا۔

1997ء

عبوری حکومت کا دور تھا اور ملک معراج خالد سربراہ حکومت تھے۔ وفاقی وزیر قانون فخرالدین جی ابراہیم نے اس سلسلے میں پیش رفت کی۔ آزادی اطلاعات کی قانون سازی کی جانب یہ ایک بڑا قدم تھا۔ صدر پاکستان نے 29 جنوری 1997ء میں آزادی اطلاعات و معلومات کا ایک آرڈی نینس جاری کیا۔ لیکن بعد میں آنے والی میاں نواز شریف کی حکومت نے اس آرڈی نینس کی میعاد کو گزر نے دیا اور اسے قانون نہیں بنایا۔

2000ء

جنرل پرویز مشرف کی حکومت نے آزادی اطلاعات کا ایک بل عوام کے سامنے پیش کیا جس کا مقصد عوام کے خیالات اور آرا کو طلب کرنا تھا۔

2001ء

سی آر سی پی ایک قومی غیر منافع بخش تنظیم ہے جس نے حکومت کو ایک ماڈل آزادی اطلاعات ایکٹ کی تجویز پیش کی اور آزادی اطلاعات و معلومات پاکستان کی ایک مہم کا آغاز کیا۔

2002ء

صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے اکتوبر 2002ء میں آزادی اطلاعات کا آرڈی نینس نافذ کیا جس کا اطلاق وزارتوں، ملحقہ محکموں اور اداروں اور وفاقی حکومت کے اداروں اور کمیشن پر ہوتا ہے۔ یہ مقامی حکومتوں یا صوبائی عوامی اداروں پر لاگو نہیں ہوتا۔

2006ء

گورنر سندھ نے 2006ء میں سندھ میں آزادی اطلاعات کے آرڈی نینس کے نفاذ کا حکم دیا۔ ✱✱✱

آئین پاکستان 1973ء میں آزادی اطلاعات و معلومات کو علیحدہ آئینی حق کی حیثیت سے نہیں پیش کیا گیا ہے بلکہ یہ 'اظہار کے حق' میں شامل ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی فرد اس وقت تک اظہار خیال نہیں کر سکتا جب تک اسے اطلاعات حاصل نہ ہوں۔ یہ صورت حال محمد نواز شریف بمقابلہ صدر پاکستان مقدمے میں واضح طور پر بیان ہے اس مقدمے میں سپریم کورٹ نے قرار دیا تھا کہ شہریوں کے حصول معلومات کے حق کو آزادی اظہار سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے جس کی ضمانت آئین کے آرٹیکل 49 میں دی گئی ہے۔

آزادی اطلاعات کے آرڈی نینس 2002 کے نفاذ کے بعد اب یہ پاکستان کے شہریوں کا ایک قانونی حق ہے کہ وہ چند استثناء کے ساتھ سرکاری محکموں اور عوامی اداروں میں رکھے گئے ریکارڈ اور اطلاعات کو حاصل کر سکتے ہیں اس قانون کی غیر موجودگی میں شہری ایک قانونی حق کی حیثیت سے معلومات کو حاصل کرنے کے حقدار نہیں تھے۔

آزادی اطلاعات کیوں اہم ہے؟

- اچھی حاکمیت اور جمہوری ترقی کے لیے اطلاعات تک عوامی رسائی اہم اور فیصلہ کن ہوتی ہے۔
- یہ شہریوں کو ان کی زندگی کو متاثر کرنے والے فیصلوں میں شرکت کی اجازت دیتی ہے۔
- یہ شہریوں کو حکومت کی کارکردگی پر نظر رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ جس سے وہ مزید جواب دہ ہوگی۔

بقیہ: صحافت پر نئی قدغن اور تلافی

پیمرا کو نشریاتی اداروں کو شوکاز نوٹس دیئے بغیر اس کا لائسنس معطل کرنے کا اختیار بھی دے دیا گیا جو اس سے پہلے پیمرا کو حاصل نہ تھا۔ سب سیکشن ایک کے تحت اتھارٹی کے ارکان پر مشتمل کمیٹی لائسنس معطل کرسکتی ہے۔ ترمیمی آرڈیننس کے ذریعے سیکشن 39 کے بعد نیا سب سیکشن 39-A ڈالا گیا ہے جس کے تحت پیمرا سرکاری گزٹ میں نوٹیفکیشن کے ذریعے ضروری قواعد وضوابط بنا سکے گا تاکہ آرڈی ننس کے مقاصد جلد حل کیے جاسکیں۔

امر واقع یہ ہے کہ موجودہ حکومت کے قابل تعریف اقدامات میں میڈیا کو دی جانے والی آزادی بھی شامل تھی اور اس سلسلے میں حکومت کی فراخدلی کا اعتراف اندرون ملک اور بیرونی ممالک میں بھی کیا جاتا رہا۔ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں پہلی مرتبہ میڈیا کو اتنی آزادی حاصل تھی اور حکومت کے لیے یہ بات ایک خصوصی امتیاز کا درجہ رکھتی ہے 50,45 کے لگ بھگ پرائیویٹ ٹی وی چینلز کو نشریات کی اجازت دی گئی جبکہ مزید چینلز کے اجراء کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ صدر مملکت بڑے فخر کے ساتھ نجی ٹی وی چینلز کے حوالے سے اپنی فراخ دلانہ پالیسی کا ذکر کرتے رہے۔ یہ وہ حقائق ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن جہاں اس حقیقت کا تذکرہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ جب سے ملک میں عدالتی بحران نے جنم لیا اور اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا تو پہلے حکومت کی طرف سے اس بحران پر مبنی حالات وواقعات کی کوریج پر اظہارِ ناراضگی اور تنقید کا عنصر تیزی کے ساتھ نمایاں ہوتا رہا اور اب نشریات پر باقاعدہ پابندی لگادی گئی ہے۔ بعض چینلز نے میڈیا کی آزادی کے نام پر منفی کردار ادا کیا اور اگر ان کا یہ کردار جاری رہا تو قومی مفادات میں ان کی نشریات بند کردی جائیں گی۔ اب پیمرا کے ترمیمی آرڈی ننس کے تحت 11 ترامیم کے بعد حکومت یہ دعویٰ نہیں کرسکتی کہ اس نے میڈیا کو مثالی آزادی دے رکھی ہے کیونکہ ان ترامیم سے یہ تاثر کھل کر سامنے آگیا ہے کہ حکومت میڈیا پر کنٹرول بڑھانے کا عزم راسخ کیے ہوئے ہے۔ حکومت کے اس اقدام پر ملک کے مختلف سیاسی، مذہبی وسماجی حلقوں نے آزادی صحافت کی جنگ میڈیا کے شانہ بشانہ لڑنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ کسی مہذب معاشرے میں اس طرح کے اقدامات کی مثال نہیں ملتی۔ میڈیا پر پابندیاں لگانے والے اپنی ساکھ کھوچکے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ معروضی صورتحال میں اگر حکومت اپنی پالیسی کے تحت ٹکراؤ کے راستے پر چلتی رہی تو اس سے نقصان حکومت ہی کا ہوگا کیونکہ پہلے ہی ملک اور بیرونی ممالک میں اور محدود جمہوریت پر نکتہ چینی کی جارہی ہے۔ ویسے بھی ملک میں امن وامان کے استحکام اور سال رواں کو انتخابات کا سال قرار دینے کے بعد یہ ضروری ہے کہ حکومت اور میڈیا کے درمیان تعلقات خوشگوار رہیں۔

یہ بات یقیناً حکومت کے علم میں ہوگی کہ ایسے سیاہ قوانین اور صحافت پر پابندیوں کے خلاف مالکان اخبارات اور کارکن صحافیوں کی تنظیمیں 60 کے عشرے سے احتجاج کرتی آئی ہیں۔ ایوب خان کے دور میں نافذ کیا جانے والا پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈی ننس مجریہ 1964ء ان کے احتجاج کا ہدف تھا جسے ان کی طویل جدوجہد کے بعد 1988ء میں منسوخ کیا گیا اور تمام حلقوں نے اس کا دلی خیرمقدم کیا۔ بلاشبہ موجودہ حکومت نے پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کو نہ صرف آزادی دی بلکہ اس آزادی کو برقرار رکھنے کا بھی اہتمام کیا اور ٹی وی چینلز کو بڑی تعداد میں نشریات شروع کرنے کی اجازت دی گئی۔ میڈیا کی آزادی کی ضروریات اور اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے ایسے حالات میں میڈیا پر پابندی کے اقدامت نہ صرف موجودہ حکومت کی مشکلات میں اضافے کا باعث بنیں گے بلکہ حکومت کی جانب سے ماضی میں کیے جانے والے اچھے اقدامات پر بھی پانی پھیر کر رکھ دیں گے۔ آئین ہر شہری کو اظہار رائے اور معلومات جاننے کا حق دیتا ہے۔ اس پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاسکتی۔

تلافی

پمرا ترمیمی آرڈی ننس واپس لے کر صدر پرویز مشرف نے وہ وجہ ختم کردی ہے جس کے باعث حکومت اور میڈیا کے درمیان ایک غیرضروری محاذ آرائی شروع ہوئی۔ جنرل پرویز مشرف اور الیکٹرانک میڈیا سے وابستہ کچھ ذمہ دار شخصیات کے درمیان ہونے والی بات چیت کے نتیجے میں میڈیا خود ایک ضابطہ اخلاق تیار کرے گا اور اس پر عمل درآمد کا ذمہ دار بھی ہوگا۔

وفاقی وزارت اطلاعات کے ذمہ داران یہ تاثر دے رہے ہیں کہ انہیں پمرا ترمیمی آرڈی ننس کے بارے میں کوئی پیشگی اطلاع نہ تھی۔ یہ تاثر درست نہیں۔ اب جبکہ صدر پرویز مشرف صاحب نے یہ قانون واپس لے لیا ہے تو وزارت اطلاعات اور پمرا کے ذمہ داروں کو بھی اپنے رویئے تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ ان غیرسیاسی اداروں کو بھی اپنا طرزِ فکر تبدیل کرنا چاہیے جن کے احکامات کو انہی کے انداز میں وزارت اطلاعات اور پمرا نافذ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ✱✱✱

آزادی اطلاعات مندرجہ طریقوں پر لوگوں کی زندگی کو بہتر بنا سکتی ہے:

1- کم بدعنوانی۔زیادہ شفاف پن

بدعنوانی رازداری کے اندر پرورش پاتی ہے۔ افراد اور ادارے اس وقت بدعنوان ہوتے ہیں جب ان کی کارکردگی عوامی جانچ و پڑتال سے اوجھل ہوتی ہے۔ وہ جس قدر زیادہ عوام کی نظروں میں رہ کر کام کریں گے بدعنوانی اتنی ہی کم ہوگی اور بہتر صلاحیت اور موثر کارکردگی کا اظہار کریں گے۔

2- بھوک سے آزادی

دیکھنے میں یہ بات عجیب سی لگتی ہے کہ بھوک سے آزادی کو آزادی معلومات سے منسلک کردیا جائے لیکن نوبل انعام یافتہ ماہر معاشیات امرتیا سین یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ قحط سالی اور بھوک ان ممالک میں رونما نہیں ہوتی جہاں صحافت آزاد ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قحط حکومت کی بے عملی کی وجہ سے آتا ہے۔ اگر حکومت مستقل طور پر میڈیا کے زیرنظر ہوتو وہ اس جیسے اہم موضوع پر بے عمل رہنے کی ہمت نہیں کرسکتی۔

3- ایک صحت مند معاشرہ

یہ بات بھی شاید تعجب خیز نظر آئے کہ آزادی اطلاعات ایک صحت مند معاشرے میں اپنا کردار کس طرح ادا کرتی ہے۔ لیکن ان ممالک میں جہاں مختلف عوامی دلچسپی کے امور پر اطلاعات آسانی سے حاصل ہیں وہاں ردعمل پُرزور اور مضبوط ہوتا ہے اور عوامی نقصان کی شدت کم سے کم ہوتی ہے۔ مثلاً ایچ آئی وی۔ ایڈز انفیکشن بہت تیزی سے پھیلا کیونکہ اس وائرس اور اس سے بچاؤ کے طریقوں کے بارے میں اطلاعات کا حصول عام نہیں تھا۔ وہ ممالک جہاں ایک موثر عوامی اطلاعاتی پروگرام موجود تھا وہاں ایچ آئی وی انفیکشن کے دھارے کو موڑنے میں کامیاب ہوگئے۔

4- ایک صاف وشفاف ماحول

ماحول کو نقصان پہنچانے والے فیصلے عام طور پر پس پردہ کیے جاتے ہیں۔ اگر منصوبہ

بندی سے متعلق تمام فیصلے ماحول پر اثر انداز ہونے والے مطالعے کے ساتھ کیے جائیں تو ایسے فیصلوں سے گریز کیا جاسکتا ہے اور پھر انہیں عوام کے سامنے پیش کیا جاسکتا ہے۔

5- انسانی حقوق کی توقیر

انسانی حقوق کی پامالی اور خلاف ورزیوں کی جڑیں رازداری میں ہوتی ہیں تشدد اور ایسی ہی دیگر خلاف ورزیاں دروازوں کے پیچھے جنم لیتی ہیں۔ مثلاً مختارمائی کا کیس منظرِ عام پر آنے پر ہی انصاف کیا گیا۔ اس قسم کی اطلاعات حقوق انسانی کی خلاف ورزیاں کرنے والوں کے خلاف اقدامات اٹھانے کے لیے حکومت کو مجبور کرتی ہیں۔

6- پرائیویسی کا احترام

آزادی اطلاعات کے ذریعے یہ جانا جاسکتا ہے کہ افراد کے خلاف حکومتی ادارے کس قسم کی اطلاعات جمع کر رہے ہیں۔ نیز یہ کہ ان کے متعلق یہ معلومات یقینی طور پر درست ہوں اور حقیقت اس کے برعکس ہے تو غلط اور امکانی نقصان دہ فیصلے کیے جاسکتے ہیں۔

7- ایک زیادہ محفوظ معاشرہ

بہت سی اطلاعات کو روکنے کے لیے یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ شاید یہ عمومی مفادات کے خلاف ہیں اور 'قومی مفاد اور سلامتی' کا تحفظ مقصود ہے زیادہ بہتر استدلال یہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ دفاع اور انٹیلی جنس سے متعلق فیصلوں کی جانچ پڑتال ایک زیادہ محفوظ معاشرے کی تعمیر کا باعث ہوتی ہے۔ غیر جواب دہ انٹیلی جنس خدمات اکثر اپنی سرگرمیوں کا رخ قومی سلامتی کے حقیقی خطرات کی بجائے اندرونی سیاسی مخالفین کی جانب موڑ دیتی ہیں۔

آزادی اطلاعات اس قسم کے واقعات کی روک تھام کرسکتی ہے۔ اس کے علاوہ حفاظتی خدمات میں رازداری، بدعنوانی اور نااہلیت کو جنم دیتی ہے۔ جس کے نتیجے میں تحفظ داؤ پر لگ سکتے ہیں۔

8- زیادہ موثر جمہوریت

آزادی اطلاعات موثر جمہوریت کے لیے بہت اہم ہے اگر رائے دہندگان کو حکومتی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات کی فراہمی سے محروم رکھا گیا تو وہ ایک باعلم انتخاب کس طرح کرسکتے ہیں۔ اسی طرح سیاسی رہنماؤں کو یہ یقین ہو کہ ان کے ہر عمل پر عوام کی نظر ہے تو وہ اپنے رائے دہندگان کی خواہش اور امنگوں کی تقلید کریں گے۔

9- احتساب

جب نوکر شاہی کو یہ یقین ہو کہ عوام کو ان کے محکموں سے متعلق اطلاعات تک رسائی حاصل ہے اور وہ ان کی کارکردگی اور بجٹ کی جانچ پڑتال کرسکتے ہیں تو اس سے احتساب کے ایک احساس کو فروغ ملتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر عوام کو باخبر انتخاب کرنا ہے تو حکومت کے بارے میں اطلاعات و معلومات ضروری ہے۔

10- شرکت

عوام اور حکومت کے درمیان اطلاعات کا دوطرفہ ٹریفک لوگوں کو ان کی زندگی پر اثر انداز ہونے والے فیصلوں میں حصہ لینے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ دستاویزات کی اشاعت سے لوگوں میں ذہنی تبدیلی آئے گی اور اجلاس میں شرکت کے باعث فیصلہ سازی میں ان کی رائے بھی شامل ہوگی۔ اقوام متحدہ کے سینیئر آفیسر اور آزادیٔ رائے اور اظہار کے خصوصی نمائندے عابد حسین کے بقول.....

''اگر عوام کی رسائی اطلاعات تک نہیں ہے تو آزادی تمام اثر پذیری سے محروم ہو جائے گی۔ اطلاعات و معلومات تک رسائی زندگی کے جمہوری طریقے کی بنیاد ہے۔ عام طور پر اطلاعات و معلومات تک عوام کی رسائی کو روکنے کا رجحان پایا جاتا ہے جس پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت ہے''۔

آزادی اطلاعات کے بنیادی اصول کیا ہیں؟

حالیہ برسوں میں بہت سے ملکوں نے آزادی اطلاعات کے قوانین کو اپنایا ہے اور اس عمل کے دوران چند بنیادی اصول ابھر کر سامنے آئے ہیں جنہوں نے آزادیٔ اطلاعات کی بہتر قانون سازی کو نمایاں کیا ہے۔ خدشہ یہ ہے کہ اب چونکہ آزادیٔ اطلاعات ایک جدت پسند مثل بن گئی ہے اس لیے حکومت شاید آزادیٔ اطلاعات کے ایسے قوانین اختیار کرلے جو حقیقتاً عوام کی اطلاعات تک رسائی میں اضافہ نہیں کریں گے۔

بدترین حالات میں وہ شاید اس کی راہ میں رکاوٹ بنیں گے۔ بنیادی اصول بہت اہم ہیں کیونکہ وہ آزمائش کا ایک پیمانہ فراہم کرتے ہیں کہ قومی قانون واقعی اطلاعات تک عوامی رسائی میں اضافہ کرتا ہے۔

چند عمومی اصول درج ذیل ہیں:

1- قانون آزادیٔ اطلاعات کی رہنمائی زیادہ سے زیادہ افشائے راز و تشہیر کے اصول سے ہونی چاہیے۔

- مطلوبہ اطلاعات کو روکنے کے لیے متعدد قانونی جواز، طریقہ کار اور ایک مجاز غیر جانبدار ادارے کا ہونا ضروری ہے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ اطلاعات کو روکنا جائز اور درست تھا۔
- اطلاعات کے حق کو صرف شہریوں تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ حق ایک غیر ملکی فرد کو بھی حاصل ہونا چاہیے۔
- اطلاعات تک رسائی کی درخواست کرنے والے فرد کو اطلاعات میں کسی خاص قسم کی دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔
- کسی بھی سرکاری ادارے کو قانون کی حد تک باہر نہیں ہونا چاہیے۔

2- سرکاری ادارے کو کلیدی اطلاعات کی تشہیر کا لازمی پابند ہونا چاہیے۔

- سرکاری اداروں کو تمام معلومات شائع کرنی چاہئیں اور نہایت سرگرمی کے ساتھ اطلاعات کی کلیدی اقسام کو میڈیا، سرکاری ویب سائٹ وغیرہ کے ذریعے تشہیر کرنا چاہیے۔ اس بات سے قطع نظر کہ اس کے لیے کوئی درخواست کی گئی ہے یا نہیں۔

3- سرکاری اداروں کو واضح اور کشادہ حکومت کو فروغ دینا چاہیے۔

- ریکارڈ کو بہتر طور پر ایسی شکل میں رکھا جائے کہ اس تک عوام کی رسائی آسان ہوسکے۔
- آزادیٔ اطلاعات کے بارے میں عوامی ادراک کو بڑھانے والے ماحول کو فروغ دیا جائے۔ اطلاعات تک رسائی کی راہ میں موجود رکاوٹوں سے بھرپور طور پر نمٹا جائے۔
- حکومت کے ساتھ کھلے پن کو فروغ دینے کے لیے سرکاری اہل کاروں کو تربیت دی جائے۔

4- استثنائی صورتیں واضح اور محدود ہونی چاہئیں۔

- معلومات کو روکنے کے لیے صرف یہ حیلہ پیش نہیں کرنا چاہیے کہ عوامی یا قومی مفاد وغیرہ کے خلاف ہے بلکہ ان مبہم اصطلاحات کی محدود اور واضح تعریف ہونی چاہیے۔

5- اطلاعات کی فراہمی کی درخواست کی راہ میں مہنگے اخراجات آڑے نہیں آنا چاہئیں۔

6- عام لوگوں کی رسائی سرکاری اداروں تک ہونی چاہیے۔

7- اطلاعات تک زیادہ سے زیادہ رسائی کے اصول کے خلاف قوانین میں ترمیم کی جائے یا انہیں ختم کیا جائے۔

8- غلط کاریوں کے بارے میں معلومات جاری کرنے والے افراد کا تحفظ ضروری ہے۔

* **اطلاعات تک عوامی رسائی کی راہ میں استثنائی صورتیں:**

آزادی اطلاعات ایک کلی حق نہیں ہے

(باقی صفحہ 21 پر ملاحظہ فرمائیں)

شہری نے اچھی حاکمیت کے موضوع پر ایک سیمینار کا اہتمام کیا تھا جس میں کراچی کے شہریوں کو درپیش مسائل کی نشاندھی کی گئی

شہری سرگرمیاں

شہری رپورٹ

ساحل غریبوں کی پہنچ سے دور ہو گیا

ساحلی علاقے کی ترقی کی خاطر چھابڑی اور ٹھیلے والوں، سپیروں اور مداریوں کو وہاں سے ہٹا دیا گیا

مقررین کا کہنا تھا کہ لوگوں کو شہری زرائع اور ان کی دیکھ بھال کرنے والے اداروں پر اپنی ملکیت کا دعویٰ جتانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ احسن نگرانی سے کراچی کے باسیوں کے معیارِ زندگی میں بہتری ممکن ہے۔

عارف حسن نے کہا کہ کچھ عرصہ قبل ڈی ایچ اے نے سی ویو ٹاؤن شپ پر ساحل کو ترقی دینے کے دوران چھابڑی اور ٹھیلے والوں کو وہاں سے ہٹا دیا جو کھانے پینے کی سستی اشیا فروخت کرتے تھے۔ نیز سپیروں، مداریوں اور دیگر چھوٹے موٹے کاروبار کرنے والوں کو بھی ہٹا دیا گیا چنانچہ کم آمدنی والے افراد نے وہاں جانا چھوڑ دیا۔ کیونکہ ساحل پر آنے والے بیشتر شہری اسٹالوں پر فروخت ہونے والا کھانے پینے کا سامان خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ یہ ساحل غریبوں کی پہنچ سے دور ہو گیا۔ اسی طرح کلفٹن کے ساحل پر شہری حکومت نے ایک بہت وسیع وعریض پارک تعمیر کیا ہے۔ یہاں سے بھی سستی اشیا فروخت کرنے والے اور تفریح فراہم کرنے والے دیگر افراد کو منتقل کر دیا گیا اور کچھ عرصے کے بعد یہ ساحل بھی عوام کی دسترس سے باہر ہو جائے گا۔

انہوں نے کہا یہاں تقریباً 150 اسٹال تھے جو ایک صدی سے بھی زیادہ عرصے سے سیپیوں اور گھونگوں سے بنی مصنوعات فروخت کر رہے تھے۔ اب انہیں یہاں سے بے دخل کر دیا گیا ہے اور یہ لوگ اپنی اشیا قریبی عمارت میں قائم کردہ دکانوں میں فروخت کرتے ہیں اس طرح ان کی آمدنی کم سے کم ہو رہی ہے۔ یہ سلسلہ جاری ہے لیکن کسی نے بھی عام لوگوں کی ساحلوں تک رسائی کے حق کے تحفظ کے مسئلے پر آواز نہیں اٹھائی۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ ڈی ایچ اے نے 'ترقی' کے نام پر ساحل کے ساتھ ساتھ 14 کلومیٹر طویل پٹی حاصل کی ہے اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو بہت ہی کم شہریوں کی رسائی ساحلوں تک ہو گی کیونکہ تمام تر ساحل کے ساتھ تعمیرات قائم ہوں گی۔

انہوں نے اظہارِ افسوس کیا کہ ادارے اکثریت کی بجائے صرف طبقۂ اعلیٰ کے لیے ایسے منصوبے بنا رہے ہیں جبکہ اکثریت کا تعلق متوسط اور نچلے طبقے سے ہے اور جو آبادی کے 70 فیصد سے زیادہ حصے پر مشتمل ہے۔

دیگر مقررین نے کہا کہ سیل فون اور پرس چھیننے کے واقعات مزاحمت پر اکساتے ہیں۔ تفریح کے لیے مختص پلاٹوں کی غیر قانونی الاٹمنٹ پر ابرو تک نہیں اٹھتی اس کی وجہ یہ ہے کہ جب پرس یا موبائل فون چھینا جاتا ہے تو ایک احساس ملکیت ہوتا ہے جبکہ تفریحی پلاٹوں کے ضمن میں لوگ یہ محسوس نہیں کرتے کہ وہ بھی شہر سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ کوئی آواز نہیں اٹھتی، کوئی شور نہیں مچاتا اور لوٹ مار جاری رہتی ہے۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ ایک نیا ساحلی ترقیاتی منصوبہ بنایا جا رہا ہے جس کے تحت تقریباً 80 فیصد ساحل نجی تحویل میں دے دیا جائے گا جو ایک قومی سرمایہ تھا۔ اب کوئی بھی فرد کسی کے بھی داخلے پر پابندی لگا سکتا ہے۔

ایک اور مقرر نے کہا 'بہت سے نالے جو شہر سے بارش کے پانی کی نکاسی کرتے تھے ان پر ناجائز قبضہ ہو چکا ہے ان میں سے کچھ تو الاٹ بھی کیے جا چکے ہیں جس سے بارش کے پانی کے نکاس کی گنجائش کم ہوئی ہے جن کی بنا پر شہر کے بیشتر حصے بارش رکنے کے بعد بھی کئی دن تک غرقاب رہے۔

انہوں نے کہا کہ شہر اور قومی وسائل کا انتظام کرنے والے لوگوں کی حرص کے باعث چائنا کریک (جو کراچی کی بندرگاہ کے لیے کھاڑی ہے) سے زمین کے وسیع قطعات حاصل کیے گئے۔ جس سے بندرگاہ کے آبی

(باقی صفحہ 21 پر ملاحظہ فرمائیں)

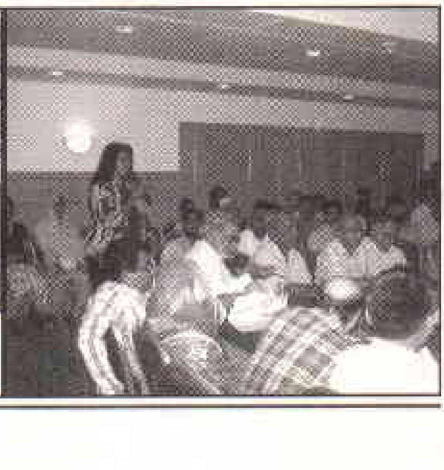

تعمیر و ترقی

تونسہ بیراج بے شمار مسائل کی لپیٹ میں

بیراج کو کٹاؤ اور فرش کی شکست و ریخت کا سامنا ہے، ہزاروں کسانوں کو معاشی نقصانات سے بچانے کے لیے بیراج کی بحالی کے لیے فوری اقدامات ضروری ہیں

نورین حیدر

سندھ طاس میں بیراج پاکستان کے نظام آب پاشی کا اہم حصہ ہیں۔ پنجاب میں 50 سے 100 برس پہلے بننے والے بہت سے بیراجوں کی عمر پوری ہوگئی ہے ان کے ڈیزائن اور نقائص آبی حالات میں تبدیلی اور التوا شدہ دیکھ بھال جیسے مسائل سے نمٹنے کے لیے ان کی بحالی کی ضرورت ہے۔ ان میں کچھ کو شدید تدارکی اقدامات کی ضرورت ہے۔

پنجاب کے جنوبی حصے کی ضلع مظفر گڑھ کی تحصیل کوٹ اڈو میں دریائے سندھ پر تونسہ بیراج 1953ء سے 1958ء کے درمیان تعمیر ہوا تھا جس سے لیہ، راجن پور، رحیم یار خان، مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازی خان کے اضلاع میں 2.3 ملین ایکٹر زمین سیراب ہوتی ہے۔ تین نہریں ڈی جی خان، تھل، پنجند لنک اور مظفر گڑھ بھی بیراج سے نکالی گئی ہیں۔ بیراج سے پانی کا اخراج 7.5 ملین کیوسک ہے تکمیل کے فوراً بعد ہی بیراج میں لاتعداد انجینئرنگ مسائل پیدا ہوگئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ جن کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا۔

حکومت پنجاب نے 2005ء میں اعلان کیا کہ تونسہ بیراج کسی بھی وقت جواب دے سکتا ہے اس لیے پنجاب میں 2.22 ملین ایکڑ زمین کے لیے آب پاشی کی فراہمی ختم کردی اور تقریباً 6 ملین لوگوں اور مویشیوں کا پینے کا پانی روک دیا گیا۔ اس بات کا انکشاف بھی کیا گیا کہ بیراج کے اچانک گر جانے سے نہ صرف سندھ کے پار کے علاقوں کا ریل روڈ ٹریفک متاثر ہوگا بلکہ دریا کو پار کر کے بند کے پشتوں کے اوپر سے گزرنے والی گیس اور تیل کی پائپ لائنیں بھی غیر فعال ہو جائیں گی۔

بیراج کے نشیبی بہاؤ کے انحطاط۔ طاس میں گاد جمع ہونے سے بار بار نقصان کے ساتھ کنکریٹ کی بالائی سطح کے اکھڑنے اور کنکریٹ کے بڑے ٹکڑوں کے جوڑوں کے رساؤ، ڈی جی خان نہر میں گاد کے جمع ہونے کے مسائل اور پریشر پائپوں کے تقریباً 80 فیصد بند ہو جانے سے تونسہ بیراج کا بیٹھ جانا ناگزیر تھا۔

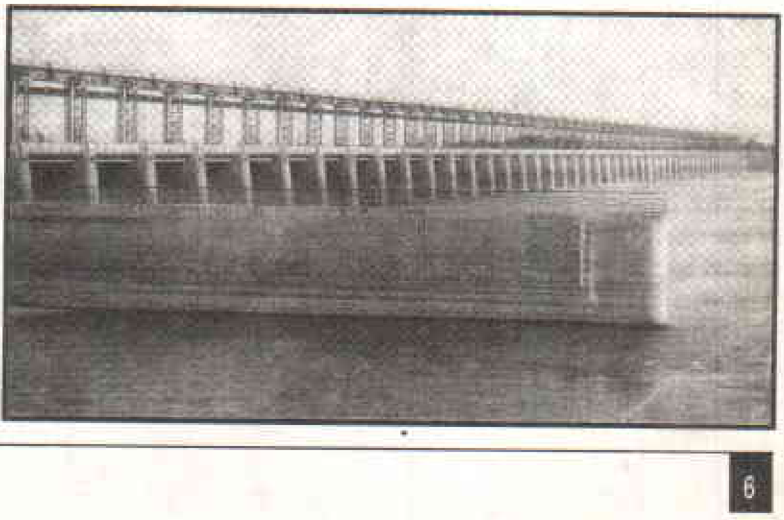

محکمہ آب پاشی پنجاب کے سیکریٹری عارف ندیم کے مطابق بیراج کو کٹاؤ اور پختہ فرش کے انحطاط کا سامنا ہے 'ہزارہا کسانوں کی زندگیوں پر پڑنے والے تباہ کن اثرات اور شدید معاشی نقصانات سے بچاؤ کے لیے فوری طور پر بحالی کے اقدامات کی ضرورت ہے'۔

مسئلے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے حکومت پنجاب نے تونسہ بیراج کی بحالی اور اسے جدید تر بنانے کے لیے ٹی بی ایم ای آر پی قائم کیا۔ پروجیکٹ کا آغاز ستمبر 2005ء میں ہوا اور بیراج سیلابی دروازے اور ان کی ضمنی سہولتوں کی بحالی کا کام کام شروع کیا گیا تاکہ اطراف کے علاقے کو پانی کے وسائل کی ضمانت مل سکے۔ مکمل تعمیری تخمینہ 150 ملین امریکی ڈالر تھا جس میں سے عالمی بینک نے 123 ملین امریکی ڈالر مہیا کیے تھے۔ جس کی منظوری اکتوبر 2004ء میں دی گئی۔ حکومت جاپان نے 5165 ملین کی گرانٹ ایڈ کا اعلان کیا جو سیلابی دروازوں کی تفصیلی ڈیزائننگ میں خرچ کیے گئے اور یہ کام جاپان انٹرنیشنل کوآپریشن ایجنسی (جے آئی سی اے) نے سرانجام دیے۔

تعمیراتی عمل کے دوران قدیم مچھیروں کو اپنی آبادیوں سے بے دخل ہونا پڑا۔ اگرچہ کہ عالمی بینک نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ منفی سماجی اور ماحولیاتی اثرات کو روکے گا اور ان کا تدارک کرے گا۔ اس کی بھی تصدیق کی گئی کہ ٹی بی ایم ای آر پی نے بے دخل ہونے والوں کی

محکمہ آبپاشی نے مچھیروں کو ان کی زمین سے ہٹا دیا ہے انہیں مناسب معاوضہ اور رہائش کے لیے متبادل جگہ فراہم نہیں کی گئی

آبادکاری کے لیے ایک مدبرانہ منصوبہ تیار کر رکھا تھا بعد میں پتہ چلا کہ منصوبے کے شدید قسم کے سماجی اور ماحولیاتی مضمرات تھے اور نوآبادکاری سے متعلق عالمی بینک کی اپنی پالیسیوں کی خلاف ورزیاں ہوئیں۔

پروجیکٹ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بڑے مسائل میں سے ایک معاوضے کی غیر مساوی رقم کی تقسیم کا مسئلہ تھا۔ مثلاً نوآبادکاری کے ایکشن پلان کے دائرہ کار میں بے دخل ہونے والے خاندانوں کو اپنے مکان کی نوعیت کے مطابق معاوضہ ملنا تھا لیکن محکمے نے اپنی ترجیحات کے معاوضے کی رقم ادا کی۔ بستی شیخاں (بائیں کنارے کا آبادکاری کا مقام) اور بستی اللہ والی (دائیں کنارے کا مقام آبادکاری) کے گاؤں والوں کے کہنے کے مطابق بستی شیخاں کے بے دخل ہونے والے عام خاندانوں کو 40 ہزار روپے ملے۔ لیکن بستی اللہ والی کے خاندانوں کو اپنے مکان کے سائز اور تقسیم سے قطع نظر صرف 16 ہزار روپے ملے تھے۔

جن علاقوں میں بے دخل ہونے والے خاندانوں کو دوبارہ آباد کیا گیا وہاں بھی ان لوگوں کے طرز زندگی میں بہتری نہیں آئی۔ ناقص نکاسیٔ آب اور صحت وصفائی کی صورت حال غیر تسلی بخش تھی جن کے نتیجے میں بیماریاں پھیلیں۔ عالمی بینک کی دوبارہ آبادکاری کی پالیسی کہتی ہے کہ بے دخل ہونے والے لوگوں کے روزگار اور معیارِ زندگی میں ہر صورت میں بہتری آنی چاہیے یا کم سے کم وہ بحال ہوں۔ لیکن دریا کے کنارے آباد مچھیروں کا کہنا ہے کہ ان کا روزگار جس کا انحصار دریا پر تھا ہمیشہ کے لیے تباہ وبرباد ہو گیا ہے۔

متاثرین اور سندھ کے مچھیروں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے 'سندھ بچاؤ ترلا (ایس بی ٹی)' بہت فعال ہے۔ یہ مختلف غیر سرکاری تنظیموں، مچھیروں اور ایکٹوسٹ افراد کا اتحاد ہے۔ اس اتحاد نے بینک اور محکمہ آب پاشی پنجاب کے خلاف احتجاج کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔

سندھ بچاؤ ترلا کے نمائندے فضلِ رب لند نے کہا 'ہم مقامی لوگوں کے حقوق کے لیے احتجاج کر رہے ہیں۔ محکمہ آب پاشی نے مچھیروں کو ان کی زمین سے غیر رضا کارانہ طور پر ہٹا دیا ہے۔ انہیں باہمی رضامندی سے کوئی معاوضہ فراہم نہیں کیا گیا اور نہ ہی انہیں دوبارہ آباد ہونے کے لیے کوئی مناسب جگہ دی گئی۔ وہ جانوروں کی مانند رہ رہے ہیں'۔ لند نے یہ بھی بتایا کہ 'بستی شیخاں موضع قائم والا، تحصیل کوٹ ادو میں اب بھی تقریباً 40 خاندان کھلے آسمان تلے رہ رہے ہیں۔ ان کے پاس کچھ نہیں بچا ہے۔ انہیں کوئی معاوضہ ادا نہ کیا گیا بلکہ ان سے ان کا واحد روزگار بھی چھین لیا گیا ہے۔ ان کی بستی کنسٹرکشن سائٹ بن گئی ہے۔ ان کے پاس بھیک مانگنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہے۔ محکمہ آب پاشی پنجاب نے ان سے جو وعدے کیے تھے ان کو پورا نہیں کیا گیا۔ وزیر صاحب بیراج کی جگہ کا معائنہ کرنے آئے تھے لیکن انہیں کچھ بھی علم نہیں ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے؟

ایس بی ٹی نے متاثرین کے حقوق کے لیے کئی بار احتجاج کیے اور اسلام آباد میں عالمی بینک کے سامنے مظاہرہ کیا۔ یہ تنظیم پروجیکٹ کی ازسرِنوتشکیل کی تکنیکی، معاشی، سماجی اور ماحولیاتی سہل العمل رپورٹ پر سوالات اٹھا رہی ہے جس پر 150 ملین ڈالر خرچ ہوئے تھے۔ ایس بی ٹی کی نمائندگی کرنے والے مشتاق گدی نے کہا 'دریا کے زیریں بہاؤ کی نگرانی کرنے والا کوئی نظام عمل یہاں موجود نہیں ہے۔ قریبی مستقبل میں تونسہ بیراج کے گرنے کے امکانی دعوے محض ہوائی قیاس تھے'۔

15 فروری کو بیراج کے بالائی بہاؤ کے ایک پشتے میں شگاف پڑ گیا جس سے پانی باہر بہہ نکلا۔ تعمیراتی سامان اور مشینری کو نقصان پہنچا اور لوگوں کے مسائل مزید شدید تر ہو گئے۔

دوسری طرف سیکریٹری محکمہ آب پاشی پنجاب ایک بالکل مختلف نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ 'پروجیکٹ کے شروع کرنے سے پہلے علاقے کا ایک تفصیلی سروے کیا گیا تھا مقامی لوگوں کی ایک کمیٹی قائم کی گئی جس نے متاثرہ خاندانوں کی ایک فہرست تیار کی جس کے مطابق 957 خاندانوں کی نشاندہی کی گئی جنہیں دوسرے علاقے میں دوبارہ آباد کرنا تھا چنانچہ ان خاندانوں کی نوآبادکاری کا ایک تفصیلی منصوبہ تیار کیا گیا۔ اس وقت تک بے دخل ہوئے خاندانوں کو 22 ملین روپے کی رقم ادا کی جا چکی ہے۔ نئی آبادی میں لوگوں کو پکی سڑکیں، بجلی اور کمیونٹی بیت الخلا مہیا کیے گئے ہیں۔ مظاہرہ اور احتجاج کرنے والے وہ خاندان ہیں جو پہلی اصل فہرست میں شامل نہیں تھے۔ لہٰذا انہیں معاوضے کی رقم بھی ادا نہیں کی گئی'۔

ایس بی ٹی اور ایکشن ایڈ نے حال ہی میں اسلام آباد میں عالمی بینک کے سامنے مظاہرہ اور بھوک ہڑتال کی۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ بے دخل ہونے والوں کی نوآبادکاری اور روزگار کے مسائل حل کرنے کے لیے ایک آزادانہ انکوائری کمیشن قائم کیا جائے۔ عالمی بینک کے کنٹری ڈائریکٹر نے کسی ایسے مطالبے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ پاکستان کی خودمختاری کا معاملہ ہے اور وہ کمیشن کے قیام کا اختیار نہیں رکھتے۔

ٹی این ایس سے گفتگو کرتے ہوئے عالمی بینک کے کنٹری ڈائریکٹر جان وال نے کہا 'اصل مسئلہ جنوبی پنجاب کی غربت ہے۔ جن لوگوں کو بے دخل کیا گیا تھا انہیں معاوضہ اور متبادل رہائش فراہم کی گئی تھی۔ یہ تو اطراف میں رہنے والے لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی ہوتی ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے اور ہم اسے سمجھتے ہیں۔ لیکن ایس بی ٹی جو مطالبہ کر رہی ہے اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ کبھی بھی نہیں ہوگا'۔

ایک سوال کے جواب میں وال نے کہا 'ہم پروجیکٹ کی ترقی کی نگرانی بہت باریک بینی سے کر رہے ہیں اور ہم پروجیکٹ کے ڈیزائن، کام کی رفتار اور ترقی سے مطمئن ہیں۔ تنقید کرنے والے تو ہمیشہ ہوتے ہیں۔ ڈیزائن اور ماحولیات کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہتے ہیں۔ ڈیزائن ایک بہت ہی تکنیکی چیز ہے اور پروجیکٹ کو شروع کرنے سے قبل بین الاقوامی ماہرین کی ایک ٹیم نے اس کی منظوری دی تھی۔ بیراج کے ازسرنوتشکیل کے اس منصوبے سے جنوبی پنجاب میں 2.2 ملین ہیکٹر زمین اور 6 ملین سے زیادہ لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ اسے صرف اس لیے تبدیل نہیں کیا جاسکتا کہ چند مچھیروں اور ماہی گیروں کے خاندانوں کو دوسرے مقام پر منتقل کیا گیا ہے۔ ہمیں حقائق کو ان کے درست تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

(باقی صفحہ 21 پر ملاحظہ فرمائیں)

سمندری پانی کو صاف کرنے کا منصوبہ

ماحولیاتی قوانین اور ضوابط کی خلاف ورزیاں

ساحل کراچی پر ڈیفنس ڈیولپمنٹ اتھارٹی ایک ڈیسیلینیشن پلانٹ تعمیر کر رہی ہے جس کی منصوبہ بندی، ڈیزائن اور نفاذ کے دوران تمام متعلقین کی جانب سے ماحولیاتی قوانین اور ضوابط کی خلاف ورزیاں کی گئیں جن کے بارے میں شہری کی تفصیلی رپورٹ حاضر ہے۔

عوامی تفریح اور رہائشی علاقوں میں ڈیسیلینیشن پلانٹ کی تعمیر شور کی آلودگی دیگر مضر اثرات کا باعث ہوگی

ماحولیاتی تنزل

شہری رپورٹ

پاکستان تحفظ ماحول ایکٹ کے تحت جی او پی، پی ای پی اے، جی او ایس اور ایس ای پی اے ماحول کے تحفظ، آلودگی کے تدارک، کنٹرول اور پائیدار ترقی کے ذمہ دار ہیں۔

پی ای پی اے 1997ء کے تحت کئی قوانین اور ضوابط کا نفاذ کیا گیا جن میں پاکستان تحفظ، ماحولیاتی ابتدائی ماحولیاتی آزمائش کا وفاقی ایجنسی ریویو اور ماحولیاتی اثرات کے تشخیصی ضابطے 2000ء قومی ماحولیاتی کوالٹی معیارات (صنعت کی از خودنگرانی قوانین 2001ء)۔

ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کو ڈیفنس آفیسرز ہاؤسنگ اتھارٹی آرڈر 1980ء کی شق 4 کے تحت کارپوریٹ حیثیت دی گئی اور کلفٹن کینٹ کو اصل کراچی کنٹونمنٹ بورڈ سے الگ کرکے ڈیفنس آفیسرز ہاؤسنگ اتھارٹی آرڈر 1980ء کی شق 24 کے تحت وجود میں لایا گیا۔ یہ کنٹونمنٹ ایکٹ 24 کی شق 11 کے مصنوعی دائرے میں ایک کارپوریٹ باڈی ہے اور ڈیفنس آفیسرز ہاؤسنگ اتھارٹی کے نام سے پہچانے جانے والے علاقے کے بلدیاتی نظام کی ذمہ دار ہے۔

ڈی ایچ اے۔ جی او جی ای این لمیٹڈ ایک پبلک لمیٹڈ کمپنی ہے جو کمپنیز آرڈی نینس 1984ء کے تحت تشکیل پائی ہے۔ ڈی ایچ اے نے اسے 94 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے اور 3 ملین گیلن روزانہ سمندری پانی کو قابل استعمال بنانے کے پلانٹ کی تعمیر کے مقصد کے لیے قائم کیا ہے۔ یہ پلانٹ ڈی ایچ اے کے فیز VIII کراچی کے عوامی ساحل پر قائم کیا جائے گا۔

پی ای پی اے 1997ء کے سیکشن 12 کے تحت کسی پروجیکٹ کے محرک کو تعمیر یا پروجیکٹ کے آپریشن کی اجازت نہیں دی جاسکتی جہاں پروجیکٹ مضر اثرات کا باعث ہو اس سے قبل متعلقہ سرکاری ادارے کے لیے ایک ماحولیاتی اثرات کا جائزہ (ای آئی اے) پیش کرنا ضروری ہے۔

آئی ای ای/ ای ٹی اے ضوابط 2000ء کے قاعدہ نمبر 4 کے تحت 'ایک پروجیکٹ کا کوئی محرک منصوبے میں درج شدہ کسی بھی زمرے کے تحت آتا ہے تو وفاقی ادارے میں ایک ای آئی اے داخل کرنا ہوگا اور پی ای پی اے کے سیکشن 12 کی شقوں کا اطلاق ایسے پروجیکٹ پر ہوگا'۔

قاعدہ نمبر 6 کے مطابق پی ای پی اے اور/ یا ایس ای پی اے کو رہنما خطوط جاری کرنا ہوں گے جس کے تحت ایک پروجیکٹ کے کسی بھی محرک کو ای آئی اے تیار کرکے پی ای پی اے اور/ یا ایس ای پی اے کو پیش کرنا ہوگا۔

قاعدہ نمبر 9 اور 10 ساتھ پڑھیں۔ ان کے تحت پی ای پی اے اور/ یا ایس پی ای اے کو ای آئی اے پیش کرنے کے بعد مختلف اخبارات میں ایک نوٹس شائع کرنا ہوگا جس میں پروجیکٹ کی قسم۔ اس کا درست مقام اور محرک کا نام و پتہ درج ہو۔ اس کے علاوہ ان

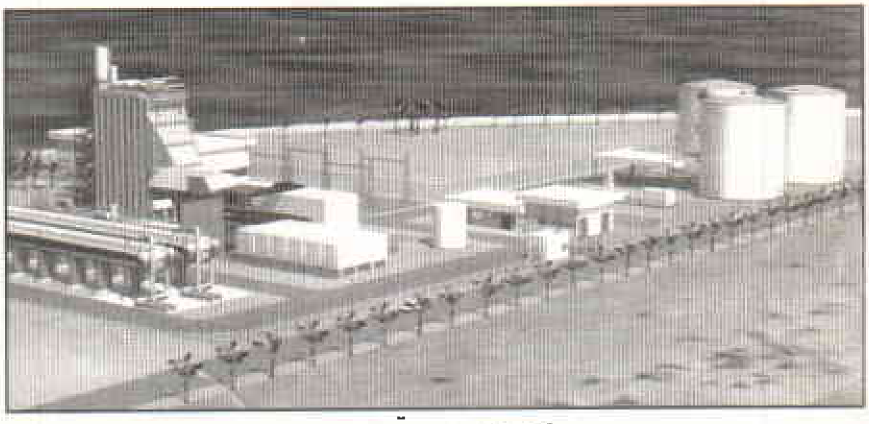

مجوزہ پلانٹ: ماحولیاتی بقا کا خدشہ

مقامات کا بھی ذکر ہو جہاں رسائی ہونے کی صورت میں ای آئی اے پابندیاں عائد کر سکتا ہے۔

پروجیکٹ کی مختلف خصوصیات کے باعث یہ منصوبوں کے زمرے میں آتا ہے جس کے لیے تشخیص ماحولیاتی اثرات (ای آئی اے) کی ضرورت ہوتی ہے۔

ڈی ایچ اے۔سی او جی ای این لمیٹڈ اس منصوبے کو مکمل کرے گا اور یہ ایک ایسا منصوبہ ہے جس کے لیے ڈی ایچ اے۔سی او جی ای این لمیٹڈ کو ای آئی اے کرانا ضروری ہے اور قاعدہ 9 اور 10 کی ضرورت کے تحت ایک ای آئی اے۔ ایس ای پی اے کو پیش کرنا لازمی ہے۔ چنانچہ مذکورہ ادارے کو پروجیکٹ کا ای آئی اے کرانے کے بعد اسے ایس ای پی اے کو پیش کرنا چاہیے تھا۔

آخرالذکر قانون کی پاسداری کرتے ہوئے ایک پبلک نوٹس کے ذریعے عوامی آرا تبصرے/اعتراضات طلب کیے۔ یہ نوٹس 'روزنامہ ڈان' کراچی میں 19 دسمبر 2004ء کو شائع ہوا اور 20 جنوری 2005ء کو صبح دس بجے عوامی سماعت مقرر کی گئی۔

اس دوران شہری سی بی اے نے ایس ای پی اے سے 'تشخیص ماحولیاتی اثرات' (ای آئی اے) کی ایک کاپی حاصل کی اور خود ہی پہلا قدم اٹھاتے ہوئے این ای پی آر اے سے رجوع کیا اور اس سے ڈی ایچ اے سی او جی ای این لمیٹڈ کی داخل کردہ ای آئی اے حاصل کی جس میں ای آئی اے کے لحاظ سے خاصا انحراف اور فروگزاشت کیا گیا ہے اس پر شہری سی بی ای نے 15 جنوری 2005ء کو تشخیص ماحولیاتی اثرات (ای آئی اے) پر اپنے اعتراضات داخل کر دیئے۔

چونکہ 20 جنوری 2005ء کو عیدالاضحیٰ کی وجہ سے چھٹی تھی اس لیے ایس ای پی اے کی جانب سے عوامی سماعت کا انعقاد نہ ہو سکا۔ ٹیلی فون پر معلومات کرنے پر ایس ای پی اے کے ایک افسر نے شہری سی بی ای کو بتایا کہ ملتوی شدہ عوامی سماعت اب فروری میں کسی وقت منعقد ہوگی۔

شہری سی بی ای نے حکومت پاکستان کو 31 جنوری 2003ء میں خط لکھا تھا اس کے بعد تواتر کے ساتھ ایس ای پی اے کے افسران سے رابطہ کرنے کی کوشش کی گئی جس میں ناکامی ہوئی۔ آخر کار شہری سی بی ای نے 12 مارچ 2005ء کو ایس ای پی اے، ڈی ایچ اے اور ڈی ایچ اے سی او جی این لمیٹڈ کو سماعت سے متعلق یاد دہانی کا ایک خط تحریر کیا اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ان میں سے کسی ایک ادارے نے بھی جواب دینے کی زحمت نہیں کی۔

شہری سی بی ای کو بعد میں ایس ای پی اے نے مطلع کیا کہ ڈی ایچ اے سی او جی ای این لمیٹڈ نے ایس ای پی اے سے رجوع کیا تھا اور بحث کی کہ مذکورہ منصوبہ کیونکہ ایسے منصوبوں کے زمرے کے تحت آتا ہے جس کے لیے صرف ابتدائی ماحولیاتی استفسار (آئی ای ای) درکار ہوتا ہے۔ اس لیے اسے 'تشخیص ماحولیاتی اثرات' (ای آئی اے) کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ مسئلہ پی ای پی اے کے سپرد کر دیا گیا جس کی ہدایات پر ایس ای پی اے نے ڈی ایچ سی او جی این لمیٹڈ کی داخل کردہ 'ابتدائی ماحولیاتی استفسار' (آئی ای ای) پر 26 جنوری 2005ء کو اپنا فیصلہ سنایا۔

لیکن انہوں نے عوامی تفتیش نہ کرا کر اور اسے ایک 'ابتدائی ماحولیاتی استفسار' (آئی ای ای) کی حیثیت دے کر اپنی قانونی ذمہ داری سے انحراف کیا ہے۔

الف: پٹیشن کے پیراگراف 7 میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ مذکورہ پروجیکٹ آئی ای ای/ای آئی اے ریگولیشن 2000ء کے شیڈول II میں درج معلومات کا حامل ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پروجیکٹ کو آئی ای ای کی بجائے ایک ای آئی اے کی ضرورت ہے۔

ب: ایس ای پی اے نے خود تسلیم کیا ہے کہ اخبار میں 19 دسمبر 2004ء کو عوامی سماعت کے نوٹس کا اعلان کر کے ای آئی اے کے لیے ایک ایسا مقدمہ بن گیا ہے جو بظاہر ثابت ہو چکا ہے اور اس کی جواب دہی لازمی ہے۔

پ: مقدمے کا جائزہ لیں تو صریحاً واضح ہے کہ کئی ناموافق اثرات پیدا ہوں گے اور یہ ایک قانونی ضرورت ہے کہ پی ای پی اے اور ایس ای پی اے ایک ای آئی اے تیار کریں۔

پروجیکٹ سے مندرجہ ذیل نقصان دہ اثرات پیدا ہو سکتے ہیں۔

الف: حساس ماحولیاتی علاقے میں قیام

ساحل سمندر پر عوامی تفریح اور رہائشی علاقوں (بشمول ایک بلند و بالا عمارتی کمپلیکس) کے قریب ایک صنعتی 94 میگا واٹ پلانٹ کی تعمیر ہوا اور شور کی آلودگی کا باعث ہوگی۔ ڈی ایچ اے سی ایل ایریا کے خاکوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ 30-45 فٹ بلند صنعتی ڈھانچے، بہت سے پائپ اور دھواں نکلنے کی چمنیاں ہیں۔ تعمیر کے دوران ہوا اور شور کی آلودگی ہوگی اور جب یہ پلانٹ کام کرنے لگے گا تو ساحل کے پرامن ماحول اور رہائشی اور تفریحی علاقوں پر مضر اور ناموافق اثرات مرتب کرے گا۔ اس کے علاوہ کراچی کے شہریوں کے لیے تفریحی استعمال اور آزادانہ رسائی کے لیے ساحل عوامی ملکیت ہے۔ اس پر صنعتی استعمال کے لیے قبضہ قطعی ناقابل قبول ہے۔

ب: ہوا کا اخراج

سمندری پانی کو قابل استعمال بنانے کے عمل سے خارج ہونے والی ہوا میں مضر اجزا شامل ہوں گے۔

پ: گیس ٹربائن اور سمندری پانی کو قابل استعمال بنانے والے پلانٹس سے اخراج

ساحل کے بہت قریب جن سیال اخراج کو پھینکا جائے گا وہ درج ذیل ہیں:

آئی ای ای کیا ہے؟

'پی ای پی اے 1997' کے سیکشن 2(XXIV) کے تحت کی جانے والی آئی ای ای کی تعریف کو آسانی اور حوالے کے لیے درج کیا جا رہا ہے۔

'ابتدائی ماحولیاتی استفسار' سے مراد ایک مجوزہ منصوبے کے ماحول پر پڑنے والے معقول حد تک پیش بین معیاری اور مقداری اثرات کا ابتدائی ماحولیاتی جائزہ ہے۔ تاکہ یہ تعین کیا جائے کہ یہ تشخیص ماحولیاتی اثرات کی تیاری کے لیے ایک ناموافق ماحولیاتی اثر کا باعث تو نہیں'۔

i کھارے پانی کا ارتکاز۔

ii کم آکسیجن والا پانی۔

iii پائپوں کا رساؤ: زیرِ زمین پانی کی تہہ میں خطرناک نمکین پانی کے داخل ہونے کا سبب بنے گا۔

iv اس عمل سے مختلف کیمیائیں، زہریلی دھاتیں، راستے میں رکاوٹیں اور جھاگ کا پیدا نہ ہونا جیسے مسائل پیدا ہوں گے۔

v بلند درجہ حرارت کا اخراج۔

ت: بحری زندگی پر اثرات

مندرجہ ذیل متوقع اثرات شامل ہیں:

i سمندری پانی نگلنے سے بحری زندگی میں عدم توازن ہوگا۔

ii گرم پانی کا اخراج (عام درجہ حرارت سے تقریباً 15 سینٹی گریڈ زیادہ)۔

iii کھاری پانی اور دیگر کیمیائی/زہریلی دھاتوں کا ارتکاز۔

ٹ: پانی کی فراہمی اور صفائی

یہ پانی کی فراہمی اور صفائی کے منصوبے کا پلانٹ ہے جس کی کل لاگت کا تخمینہ 25 ملین روپے سے زیادہ ہے اس لیے اس منصوبے کے مختلف پہلوؤں کے تفصیلی جائزے کی ضرورت ہے۔

ث: سمندر سے زمین کی بازیابی

سمندر سے زمین کے وسیع و عریض قطعات کو حاصل کرنے سے سمندری پانی کا فطری بہاؤ متاثر ہوتا ہے۔ اس کی اجازت صرف بندرگاہوں، گھاٹوں، پشتوں، پلوں اور دیگر سہولیات کی تعمیر کے لیے ہوتی ہے۔ رہائشی کالونیوں کے قیام یا سمندری پانی کو قابل استعمال بنانے کے پلانٹ لگانے کے لیے اجازت نہیں دی جاتی۔

ج: گرڈ اسٹیشن

پلانٹ کا ایک حصہ 94 میگاواٹ 132/220 کے وی گرڈ اسٹیشن کی تعمیر پر مشتمل ہے جو رہائشی علاقے سے بہت زیادہ دور نہیں ہے اور برقی مقناطیسی فیلڈز کی موجودگی باعث تشویش ہے (جیسا کہ 1994ء میں سپریم کورٹ کے شہلا ضیاء حقوق انسانی مقدمے میں طے پایا تھا)۔

چ: ٹرانسمیشن لائنز

132 کے وی ٹرانسمیشن کے دو سرکٹ ہوں گے جو سڑکوں کے ساتھ ساتھ چلیں گے اور ان کی لمبائی تقریباً 8.5 کلومیٹر ہوگی سڑکوں کی چوڑائی 60 فٹ اور 80 فٹ ہے۔ 132 کے وی اوور ہیڈ ٹرانسمیشن لائنز سے کم سے کم کلیرنس [illegible]ت 100 فٹ ہوتی ہے۔

ح: گیس ٹرانسمیشن لائنز

20 انچ قطر کی 14 کلومیٹر لمبی گیس پائپ لائن ڈالی جائے گی جو گیس ٹربائن کے لیے قدرتی گیس کا 17.5 ایم ایم مربع کیوبک فٹ پہنچائے گی۔

خ: فضلے کو ٹھکانے لگانے کی سہولتیں

آبی فضلے کا تقریباً 25 ایم جی ڈی ٹھکانے لگایا جائے گا (مثلاً 38 ملین ایم3/سالانہ سے زیادہ سمندر میں گرایا جائے گا۔

د: اس کے علاوہ سمندری پانی کو قابل استعمال بنانے والے پلانٹ کے سیال نکاس میں اضافہ ہوگا مندرجہ علاقوں میں این ای کیو ایس کے قواعد و ضوابط 2001 کی احاطہ بندی کم تر ہوگی۔

i سمندری پانی کے درجہ حرارت میں 15 سینٹی گریڈ کا اضافہ ہوگا جبکہ قوانین اس اضافے کی حد 3 سینٹی گریڈ کا اضافہ ہوگا جبکہ قوانین اس اضافے کی حد 3 سینٹی گریڈ یا اس سے کم مقرر کرتے ہیں۔

ii کلورائیڈ کا ارتکاز سمندری ارتکاز کے برابر یا اس سے کم ہونا چاہیے کھاری پانی کا اخراج کلورائیڈ کے ارتکاز کو 150 فیصد سے 200 فیصد تک بڑھا دے گا۔

ایس ای پی اے نے اس منصوبے کی منظوری ای آئی اے کے بجائے آئی ای ای کی بنیاد پر دی ہے جو آئین کے آرٹیکل 9 کی خلاف ورزی ہے اس لیے غیر قانونی اور کالعدم ہے۔

پی ای پی اے اور ایس ای پی اے عوامی سماعت کے انعقاد سے انکار کرکے شہری کے اس حق کا لحاظ کرنے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں جو فطری انصاف کے قوانین کے تحت 'حق' ہے۔

اس منصوبے کی وجہ سے شدید ماحولیاتی خدشات پیدا ہوئے ہیں۔ جن کی وجہ سے اس کا از سر نو جائزہ لینا ضروری ہے۔ اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ شاید یہ ایک بری مثال قائم ہوگی اور شاید جس کی تقلید کی جائے۔

❀❀❀

تاریخ	واقعہ
17-11-2004	نیپرا نے ڈی سی ایل کو بجلی پیدا کرنے کے لیے لائسنس دینے کے لیے عوامی سماعت میں شرکت کی دعوت دی۔
24-11-2004	نیپرا نے کے ای ایس سی کو ڈی سی ایل کی بجلی کی فروخت کے محاصل کے تعین کے لیے عوامی سماعت میں شرکت کی دعوت دی۔
29-11-2004	شہری نے نیپرا کو خط لکھا جس میں ڈی سی ایل منصوبے کے لیے ایس ای پی اے سے ایک ای آئی اے کی منظوری کی اہمیت اور معقولیت پر زور دیا۔ شہری نے ایس ای پی اے کو بھی خط لکھا جس میں ڈی سی ایل پروجیکٹ پر ایک ای آئی اے کی اجازت کی وجوہات بتائیں۔
29-11-2004	پریس کے ذریعے ایس ای پی اے نے ڈی سی ایل، ایس ای/اے پر عوامی آراء طلب کیں۔ عوامی سماعت کی تاریخ 20-1-2005 مقرر کی گئی۔
19-12-2004	20 جنوری 2005ء کو عید کی وجہ سے پبلک چھٹی قرار دے دیا گیا۔ معلومات کرنے پر ایس ای پی اے کے نعیم مغل نے شہری کو مطلع کیا کہ سماعت کی نئی تاریخ فروری میں مقرر کی جائے گی۔
19-01-2005	شہری نے ایس ای پی اے کو خط لکھ کر سماعت کی نئی تاریخ کے بارے میں دریافت کیا اس سے پہلے نعیم مغل سے ٹیلی فون پر کئی بار رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔
31-01-2005	شہری نے ایس ای پی اے کو یاد دہانی کا خط فیکس کیا اور پھر نعیم مغل سے بات کی۔
12-03-2005	نعیم مغل نے فون پر شہری کو بتایا کہ ایک آئی ای ای منظور کر لی گئی ہے جس کی کاپی شہری کو بھیج دی جائے گی۔
14-03-2005	شہری کو آئی ای ای کی ایک کاپی موصول ہوئی۔
-04-2005	شہری کے ایڈووکیٹ نے ایس ای پی اے اور ڈی سی ایل کو قانونی نوٹس بھیجا۔
-04-2005	شہری نے سندھ ہائی کورٹ میں ایک رٹ پٹیشن دائر کی۔

پراپرٹی مارکیٹ میں مصنوعی تیزی قیمتیں شہری سہولتوں اور بنیادی ڈھانچے سے انصاف نہیں کرتیں

کڈنی ہل پارک کا تنازع

شہری حکومت کا دعویٰ پارک تک محدود ہے کیونکہ اس کا بنیادی مقصد تعمیر و ترقی ہے

شہری ایڈووکیسی

شہری رپورٹ

کراچی ہمیشہ سے ایسا شہر رہا ہے جس کے جنوب مشرق اور مغرب کی جانب سے وسعت پذیری سے کھلی جگہ کا وجود ایک مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ یہ بہت تیزی سے ان بڑے شہروں میں شامل ہو رہا ہے جہاں جائیداد بہت مہنگی ہے جبکہ کراچی شہر کے شہری یہ دلیل دیتے ہیں کہ غیر منقولہ جائیداد کی بلند تر قیمتیں شہری سہولتوں اور بنیادی ڈھانچے سے ہرگز انصاف نہیں کرتیں اور یہ حقیقت ہے کہ پراپرٹی مارکیٹ میں مصنوعی تیزی نے کراچی کی ایک انچ کی جگہ کو زندگی سے زیادہ قیمتی بنا دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عدالتوں میں بیشتر مقدمات سرکاری یا نجی جائیداد سے متعلق ہیں اور نسل در نسل چل رہے ہیں۔ کڈنی ہل پارک بھی ایک ایسا ہی مقدمہ ہے یہ مقدمہ کئی طریقوں سے منفرد ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس میں کئی اونچے طبقے کے فریق ملوث ہیں۔ جن میں وفاقی حکومت، حکومت سندھ، شہری ضلعی حکومت کراچی، شہری تنظیم، شہریوں کی ایک فوج اور اب ایم ایم اے کے نمائندے شامل ہیں۔

اس مقدمے نے عوام کی توجہ ایک ایسے وقت میں حاصل کی جب شہری حقیقتاً اپنے اطراف کی ترقی کے نتیجے میں پہلو بہ پہلو نقصان کی تکلیف کو محسوس کر رہے تھے۔ آخر میں جائیداد کا سائز اور شامل مفادات، معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان قول و قرار اور ذمہ داری کے اصولوں کی توضیح کرتے ہیں۔

کڈنی ہل پارک کی زمین 62 ایکڑ ہے اور کراچی کے اہم اور عمدہ ترین علاقوں شہید ملت روڈ اور کارساز روڈ کے درمیان واقع ہے۔ زمین پر ناجائز قبضے کے ہاتھوں اب اس کا رقبہ کم ہو کر 55 ایکڑ رہ گیا ہے۔ شہری کی فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق کے ڈی اے آرڈر 1957 کے آرٹیکل 45 کے تحت اسکیم 32 'فلک نما' کی حیثیت سے کڈنی ہل کا اعلان کیا گیا۔ کراچی کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کے لے آؤٹ پلان میں اس پورے 62 ایکڑ رقبے کو ایمنٹی پلاٹ کی حیثیت سے دکھایا گیا ہے اور اسے ایک تفریحی سہولت کی حیثیت سے ترقی دی جانی تھی۔ اس میں کے سی ایچ ایس کے اطراف کے لیے 18 ایکڑ پر پھیلے ہوئے ذخیرہ آب کی سہولت بھی شامل تھی۔

1979ء میں یہ زمین اوورسیز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی (او سی ایچ ایس) اور الریاض کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی نے حاصل کر لی۔ انہیں وفاقی وزارت محنت کی آشیرباد حاصل تھی۔ جب لوگوں نے اس خلاف ورزی کے خلاف آواز اٹھائی تو جنرل ضیاء الحق نے 1982ء میں ایک حکم نامہ جاری کیا اور یہ زمین ایک پارک کی تعمیر و ترقی کے لیے کے ایم سی کے حوالے کر دی گئی۔ 1990ء میں او سی ایچ ایس نے اپنے الاٹمنٹ کی منسوخی کو چیلنج کرتے ہوئے کے ڈی اے، حکومت سندھ، وزارت محنت اور کے ایم سی کے خلاف مقدمہ سی پی نمبر 1314/2990 دائر کر دیا۔ چنانچہ پلاٹ ناظر کی تحویل میں دے دیا گیا۔

9 برس کے بعد شہری سی بی ای اور دیگر 13 رہائشی افراد نے اس مقدمے میں فریق بننے کی درخواست دی جسے منظور کر لیا گیا۔ اس پر او سی ایچ ایس نے سپریم کورٹ میں اپیل کر دی۔ جون 2006ء میں مقدمے نے ایک منفرد موڑ لیا جب او سی ایچ ایس، کے سی ایچ ایس یو، حکومت پاکستان، وزارت محنت، حکومت سندھ، شہری ضلعی حکومت کراچی نے مفاہمت کے ایک معاہدے پر دستخط کیے جس کے تحت کڈنی ہل کا تقریباً 66 فیصد رہائشی پلاٹوں اور درمیانی سڑکوں کے لیے اور بقیہ 21 ایکڑ پارک کے مقصد کے لیے تقسیم کر دیا گیا۔ معاہدے پر عملدرآمد کرتے ہوئے سندھ ہائی کورٹ نے سی پی 1314/1990 کو نمٹا دیا۔ لیکن اس نے شہری اور علاقے کے دیگر متاثرین رہائش کنندگان کو نیا مقدمہ دائر کرنے کی اجازت دے دی۔ شہری اور علاقے کے 13 رہائش کنندگان نے سی پی 160/2007 مقدمہ دائر کر دیا۔ اس کے بعد تنازعے نے ایک ایسی شکل اختیار کر لی جس نے اسے قانونی حدود سے نکال کر عوام اور میڈیا کی پوری توجہ کے سامنے لا کھڑا کیا۔

فروری 2006ء میں تازہ پٹیشن دائر کرنے کے فوراً بعد شہری کے ساتھ جن دیگر تیرہ رہائش کنندگان نے مقدمہ دائر کیا تھا انہوں نے اپنا مقدمہ واپس لینے کی درخواست

دی جس میں واضح وجہ بتانے سے انکار کیا گیا تھا۔ ان کی درخواست منظور ہوئی تو شہری اس مقدمے کو لڑنے والی واحد پارٹی رہ گئی۔ ایک ہفتے کے بعد شہری تنظیم نے شکایت کی کہ اسے دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور اس سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ مقدمہ واپس لے لے۔ لیکن ایک دفعہ عوامی دلچسپی کا مقدمہ عدالت میں دائر ہو جائے تو اسے واپس نہیں لیا جا سکتا۔ چنانچہ شہری مقدمہ واپس لینے کے قابل نہیں تھا۔ 'شہری' کی اہم رکن امبر علی بھائی اس ضمن میں سب سے آگے تھیں جب انہیں اور ان کے خاندان کو دھمکیاں ملیں تو انہوں نے بھی پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کر لیا۔

اختلاف یا اختلافات کی جڑ اب دو فریقوں کے درمیان ہے جس میں حکومت سندھ اور دیگر فریقوں کے درمیان مفاہمت کا جواز کے ڈی اے کی پوزیشن اور 'شہری' کا یہ الزام کہ اس کے اراکین کو دھمکیاں مل رہی ہیں شامل ہیں۔ معاشرے کے مختلف حلقوں کے درمیان اختیارات کے محرکات کی توضیح کے لیے یہ مقدمہ برسوں چلے گا۔

مذکورہ مفاہمت ایک متنازعہ مسئلہ ہے۔ مقدمے کا جواز اور قانونی حیثیت سی ڈی جی کے اور حکومت سندھ پر واضح ہے۔ شہری کی نمائندگی کرنے والے وکلاء اس کی پوزیشن کا دفاع کر رہے ہیں۔ بیرسٹر گلبرٹ نعیم الرحمٰن کے دفتر میں رضوانہ اسمٰعیل نے کہا کہ یہ مفاہمت غیر قانونی ہے۔ 'ہمارا اختلاف یہ ہے کہ حکومت کسی مفاہمت کے معاہدے میں داخل نہیں ہو سکتی۔ کنٹریکٹ ایکٹ 1872 کے سیکشن 23 کے تحت یہ معاہدہ کالعدم ہو گیا ہے۔ یہ علاقے کے ماسٹر پلان، لیز کی شرائط کے خلاف ہے۔ یہ ان قابل عمل قوانین کے بھی خلاف ہے کہ کوئی ایمنٹی پلاٹ کسی دوسرے مقصد کے لیے تبدیل نہیں ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مفاہمت کا یہ معاہدہ ممکن نہیں۔

اب یہ معاملہ ہائی کورٹ کے سامنے ہے۔ لیکن کشمکش اور لڑائی سب کی آنکھوں کے سامنے عیاں ہے۔ تمام متعلقہ فریقین اپنے مقدمے کی حمایت اور مدد کے لیے دستیاب تمام طریقے اور ذرائع بروئے کار لا رہے ہیں۔ دیگر پانچ پارٹیوں نے شہری کی کڈنی ہل پٹیشن (سی پی 160/2007) میں فریق بننے کی درخواست دی ہے۔ سندھ حکومت اور سی ڈی جی کے مقدمے کے سلسلے میں اپنی پوزیشن کے بارے میں پُراعتماد اور پُریقین ہیں۔ 15 مارچ 2007ء جس میں اس نے اپنے اس عبوری حکومت میں تبدیلی کی جس کے تحت مذکورہ علاقے میں کسی بھی ترقیاتی کام کی ممانعت کی گئی تھی۔ تبدیل شدہ حکم سی ڈی جی کے کو ترقیاتی کام کرنے کی اجازت دیتا ہے جو سی ڈی جی کے کو منتقل کیے گئے رقبے میں کیا جا سکتا ہے۔

یہ معاملہ حکومت سندھ کے لیے بہت زیادہ اہم ہے۔ کراچی میں حکومت سندھ اور سی ڈی جی کے نے وسیع پیمانے پر ترقیاتی مہم کا آغاز کر رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے زمین کے تنازعے مالی استطاعت سے باہر کے قضیے بن چکے ہیں چنانچہ مختلف فریقوں کے درمیان ایک معاہدہ ہی مضبوط امکان نظر آتا ہے۔ کیونکہ یہ کم سے کم معاملے کو طے تو کر دیتا ہے۔ ہائی کورٹ میں حکومت سندھ کے نمائندے انور منظور اصرار کرتے ہیں کہ معاہدہ قانونی طور پر درست ہے۔ 'ہم اس معاہدے کی حمایت کریں گے۔ یہ جائیداد اصل میں وفاقی حکومت کی ملکیت تھی اور یہ ان کا حق ہے کہ وہ اسے جیسے چاہیں دیں۔ یہ ایک ہاؤسنگ اسکیم کے لیے الاٹ کی گئی۔ اس حقیقت سے قطع نظر کہ یہ ایک نجی جائیداد ہے اور حکومت سندھ کی ملکیت نہیں ہے۔ لیکن حکومت سندھ اس معاہدے کے ذریعے ایک پارک کی تعمیر و ترقی کے لیے ایک قطعہ زمین حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے'۔ منظور اس امر پر بھی اصرار کرتے ہیں کہ اس جائیداد پر کے ڈی اے کا سرے سے کوئی حق نہیں ہے۔

شہری حکومت یہ محسوس کرتی ہے کہ اس کا دعویٰ پارک تک محدود ہے کیونکہ اس کا مقصد شہر کو خوبصورت اور حسین بنانا ہے شہری ضلعی حکومت کراچی کے نمائندے نے اپنے نام کو مخفی رکھتے ہوئے کہا کہ 'ہمارا بنیادی مقصد پارک کی تعمیر و ترقی ہے چاہے یہ قطعہ زمین 20 ایکڑ ہو یا اس سے زیادہ ہو۔ ہمیں اس کی پروا نہیں ہے اور اگر حکومت تمام علاقے کو پارک میں تبدیل کرنے کی خواہشمند ہے تو ہمیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کراچی کو خوبصورت اور حسین بنانے کے ہمارے منصوبے کے ایک حصے کی حیثیت سے ایک پارک کی تعمیر و ترقی ہی ہمارا واحد مقصد ہے'۔

مسئلہ اب قانونی حدود سے تجاوز کر کے سیاسی میدان میں داخل ہو رہا ہے۔ اس جھگڑے میں الخدمت گروپ کے داخلے سے

(باقی صفحہ 22 پر ملاحظہ فرمائیں)

کڈنی ہل کا مالک کون ہے؟

3 مارچ 2007ء کو شائع ہونے والے اپنے ایک خط میں دعویٰ کیا کہ کڈنی ہل ایک ایسے علاقے میں ہے جو عام طور پر کراچی کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی یونین ایریا کے نام سے مشہور ہے۔ خط میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس زمین کی مالک وفاقی حکومت ہے۔ حکومت سندھ اس کی مالک نہیں ہے۔ خط میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ کے ڈی اے کا جاری کردہ 1966ء کا نوٹیفکیشن صرف ایک نوٹس تھا۔ ایک اسکیم کی منظوری نہیں تھی'۔

'1973ء میں کے سی ایچ ایس یو نے اپنے ایک رکن کو یہ زمین فروخت کی اور اوورسیز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی بنی۔ او سی ایچ ایس نے وفاقی حکومت کو ایک لاکھ روپے کا پریمیم ادا کیا اور لے آؤٹ پلان بھی داخل کیا جو وزارت محنت اسلام آباد نے منظور کر لیا۔ کے سی ایچ ایس یو اور او سی ایچ ایس کے درمیان ضمنی لائسنس بھی 1979ء میں رجسٹرڈ ہو گیا۔ او سی ایچ ایس نے اپنے انفرادی اراکین کو پلاٹ الاٹ کیے اور انہیں ملکیت کا پروانہ بھی جاری کر دیا'۔

شہری کے وکلاء اس دعویٰ سے شدید اختلاف کرتے ہیں 'کے ڈی اے کے آرٹیکل 45 کے تحت ایک مرتبہ ایک نوٹیفکیشن جاری ہو جائے تو وہ ایک قانونی دستاویز کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ کڈنی ہل کا علاقہ 62 ایکڑ پر محیط ہے۔ جس کی گزٹ نوٹیفکیشن بتاریخ 17-11-66 میں ہوا تھا جو مغربی پاکستان کے گزٹ میں شائع ہوا۔ اسکیم کا نام 'اسکیم 32، فلک نما' تھا۔ ایک ٹرانسفر دستاویز بھی ہے۔ منتقلی کے حکم کے مطابق جائیداد کی منتقلی حکومت پاکستان سے کے ایم سی کو ہوئی تھی اس سلسلے میں 4 فروری 1984ء کو کڈنی ہل ایریا (62 ایکڑ) کے ایم سی کے سپرد کیا گیا تا کہ ایک پارک اور پانی کی سپلائی کے لیے ذخیرہ آب کی تعمیر و ترقی کا کام ہو سکے۔ مقدمے بازی کے باعث اب بھی یہ ہائی کورٹ کے ناظر کی تحویل میں ہے'۔

(زیڈ شوکت)

ان صفحات پر ہم ایڈووکیسی کے اپنے کام کی نشاندہی کرتے ہیں اور عوامی فلاح و بہبود کو یقینی بنانے کے لیے شہریوں کی بھرپور شرکت کے متمنی ہیں

نقطۂ نظر

ایکٹوسٹ کے آلاتِ کار

ایک عوامی سماعت میں کیسے شرکت کی جائے؟

خطیب احمد

عوامی سماعت ایک اہم واقعہ ہے کیونکہ یہ لوگوں کو مجوزہ منصوبے کے بارے میں اپنے خدشات اور خوف کے اظہار کا واحد موقع فراہم کرتا ہے۔ اس لیے ہر ایک کا عوامی سماعت میں شرکت کرنا ضروری ہے۔

1- اپنے علاقے میں کسی بھی مجوزہ منصوبے کے لیے متوقع عوامی سماعت کے بارے میں شائع ہونے والے نوٹس کے لیے اخبارات پر نظر رکھیں۔

2- دھیان کریں کہ کیا عوامی سماعت کا مقام متاثرہ کمیونٹیز کے نزدیک ہے۔

3- دھیان دیں کہ نوٹس اور عوامی سماعت کے انعقاد کے درمیان لازمی دنوں کی تعداد دی گئی ہو۔

4- اگر مندرجہ بالا شرائط پوری نہیں ہوتی ہیں تو معاونت کے لیے متعلقہ ادارے کو خط لکھیں۔

5- جس اخبار میں عوامی سماعت کا نوٹس شائع ہوا ہوا سے سنبھال کر رکھیں۔

6- منصوبے اور متوقع عوامی سماعت کے بارے میں جس قدر زیادہ لوگوں کو بتا سکیں اتنا ہی اچھا ہے۔

7- ایگزیکٹو سمری اور تشخیص ماحولیاتی اثرات (ای آئی اے) رپورٹ اور/یا ابتدائی ماحولیاتی استفسار (آئی ای ای) رپورٹ کی ایک کاپی کی فراہمی کے لیے متعلقہ افراد/ادارے کو ایک تحریری درخواست دیں پھر اس درخواست کی وصولی کی رسید بھی حاصل کریں۔

متعلقہ ادارے سے سمری اور ای آئی اے اور/یا آئی ای ای دستاویز کی ایک کاپی پہلے سے حاصل کریں۔ ان رپورٹوں میں دی گئی معلومات کو متعلقہ افراد کو متحرک کرنے کے لیے استعمال کریں۔ یہ دستاویز عوامی سماعت میں شرکت کی تیاری کرنے میں بھی مددگار و معاون ثابت ہوگی۔

کمیونٹی کے تین ارکان کو پینل میں نامزد کرنے کے لیے کوئی بھی شخص چیئرمین کو ایک دستخطی مہم کے ذریعے تجویز پیش کرسکتا ہے اس مقصد کے لیے ذمہ دار افراد کو رضاکارانہ کام کرنے کی حوصلہ افزائی کیجیے۔

مقامی/صوبائی/قومی سطح پر ماحولیاتی اور سماجی مسائل پر کام کرنے والی دیگر تنظیموں سے ای آئی اے کے جائزے اور شرکت کے بارے میں مضبوط رویہ اختیار کریں۔

ایک علاقے میں جہاں ایک ایسا ہی منصوبہ قائم ہو چکا ہو وہاں رہائش پذیر لوگوں پر پڑنے والے سماجی، معاشی، ماحولیاتی اور صحت کے اثرات کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

اپنے خدشات اور تجاویز کو تحریری شکل دیں اور پھر اس بیان کو چیئرمین/سیکریٹری کو دیں۔

کمیونٹی میں کسی ایک فرد کا انتخاب کریں اور اسے مندرجہ امور سونپ دیں۔

- عوامی سماعت کی کارروائی کو ریکارڈ کریں۔
- پینل میں موجود افراد کے نام اور عہدے لکھیں اور لوگوں و شرکاء کی تمام تحریری گزارشات کی ایک کاپی حاصل کریں۔
- سماعت میں حاضر تمام لوگوں کی تعداد کا ایک ریکارڈ رکھیں۔
- اس بات کو یقینی بنائیں کہ پینل نوٹیفکیشن کے عین مطابق ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو پینل کے چیئرمین کے سامنے اپنا اعتراض اٹھائیں اور پینل کی تشکیل پر اپنا اعتراض اٹھائیں۔ اگر معاملہ پھر بھی طے نہ ہو تو پینل کی تشکیل پر اپنا اعتراض تحریری طور پر داخل کریں۔
- عوامی سماعت کے بعد لوگوں کے ریکارڈ شدہ خلاصہ کارروائی کی ایک کاپی پینل کے چیئرمین کو دیں اور ان سے اس کی وصولی کی رسید ضرور حاصل کریں۔
- عوامی سماعت کے سرکاری خلاصہ کارروائی کی ایک کاپی حاصل کریں۔ یہ بہت ضروری ہے۔ اصرار کیجیے کہ جب تک سرکاری خلاصہ کارروائی کو لوگوں کے سامنے پیش نہیں کیا جائے گا اس وقت تک عوامی سماعت کو مکمل نہیں سمجھا جائے گا۔
- پینل کو جو تمام گزارشات دی جائیں ان کی دستخط شدہ کاپی اپنے پاس رکھیں۔

تمام سرگرمیوں میں میڈیا کو شریک کرنے کی کوشش کیجیے۔

یقینی بنائیے کہ حتمی رپورٹ/خلاصہ کارروائی میں مندرجہ نکات شامل ہوں۔

1- ای آئی اے اور/یا آئی ای ای سے متعلق معلومات اور متعلقہ افراد کی جانب سے کی جانے والی گزارشات۔

2- منصوبے کے ضمن میں اعتراضات کی شناخت۔

3- ان مسائل کو حل کرنے کے لیے ذرائع اور طریقے۔

4- مثبت پہلوؤں کو کس طرح اجاگر کیا جاسکتا ہے۔

مزید معلومات کے لیے برائے مہربانی شہری ای میل shehri@cyber.ne.t.pk پر رابطہ کیجیے۔ ❀❀❀

پلاٹ کی نوعیت میں غیر قانونی تبدیلی

شہر کے باسیوں کو اپنے گردو پیش کے بری طرح متاثر کرنے والے مسائل پر خدشات و تحفظات لاحق ہیں تو شہری کو اطلاع دیں۔ برائے مہربانی ہمیں اس بارے میں لکھیں۔ تصویر ساتھ میں ضرور بھیجیں تاکہ کوشش بہتر ہو، مسئلے کا حل نکالا جائے۔(ایڈیٹر)

گردو پیش پر نگاہ

شہری رپورٹ

شہر کے باسیوں کو اپنے گردوپیش کے بری طرح متاثر کرنے والے مسائل پر خدشات وتحفظات لاحق ہیں تو شہری کو اطلاع دیں۔ برائے مہربانی ہمیں اس بارے میں لکھیں۔ تصویر ساتھ بھیجیں تاکہ کوشش بہتر ہوسکے۔ مسئلے کا حل نکالا جائے۔(ایڈیٹر)

پلاٹ نمبر ایف۔96، بلاک 7، کلفٹن، خیابانِ رومی کی کمرشلائزیشن

کلفٹن کراچی کے بلاک 7 کے باسی مذکورہ پلاٹ کی کمرشلائزیشن پر مندرجہ وجوہات کی بنا پر اعتراض کرتے ہیں۔

1- پلاٹ کے متوازی ایک سروس روڈ ہے جس کی چوڑائی 15 فٹ سے کم ہے۔ اس پلاٹ کے سامنے سے گزرنے والے نکاسی آب کے نالے تک سڑک کی مستقل کھدائی ہوتی رہتی ہے۔

2- تعمیر سے ایس ٹی۔4 پر واقع جماعت خانے کی پرائیویسی اور تحفظ میں مداخلت ہوگی اور موجودہ غیر روادار ماحول میں یہ بہتر ہوگا کہ کمیونٹیوں کو خطرات سے دوچار نہ کیا جائے۔

3- مذکورہ پلاٹ کی پشت پر واقع پلاٹوں کی پرائیویسی متاثر ہوگی۔ بہتر ہوگا کہ کسی حتمی فیصلے سے پہلے علاقے کے باسیوں کو پلان دکھا دیئے جائیں۔

4- آزادی اطلاعات و معلومات کے قانون 2006ء کے تحت ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ تمام پلان اور فیصلے نجی ہونے کی بجائے عوامی منصوبے ہوں گے۔

رہائش کنندگان

بلاک 7، کلفٹن، کراچی